

باب ما جاء في الصبر

صبر کا بیان

ترجمہ: حضرت البوسعیدؓ سے روایت ہے کہ انصار کے بعض لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ مانگا، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو دے دیا۔ انہوں نے پھر مانگا تو رسول اللہ نے پھر دے دیا۔ پھر فرمایا: میرے ساتھ جو کچھ مال ہو میں اسے آپ سے منع نہیں کرتا ہوں، اور جو آدمی استغناء بے احتیاجی ظاہر کرے اللہ تعالیٰ بھی اس کو بے احتیاج بنا دے گا۔ اور جو حرام لینے اور سوال کرنے سے باز رہے اللہ تعالیٰ بھی اس کو ان چیزوں سے بچا کر پاک بنا دے گا۔ اور جو کوشش کے ساتھ مبرا اختیار کرے اللہ تعالیٰ اس کو مبرا تک بنا دے گا۔ اور کسی آدمی کو کوئی بھی ایسی چیز نہیں دی گئی جو مبرا سے زیادہ بہتر اور وسیع (یعنی کثیر النفع) ہو۔

اس باب میں حضرت انسؓ سے بھی روایت آئی ہے..... یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ یہ حدیث حضرت مالک بن انسؓ سے اس طرح روایت کی جاتی ہے کہ: **فلم اذخره عنکم**، اور انہی سے اس طرح بھی روایت کی جاتی ہے کہ **فلم اذخره عنکم** اور **فلم اذخره عنکم**۔ بجا کر نہیں رکھوں گا۔

توضیح و تشریح: اس باب میں مبر کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ چاہیے کہ انسان پر جو تکلیف آئے، بھوک اور پیاس لگ جائے، غربت اور تنگدستی ہو بیماری یا کوئی مصیبت ہو تو مخلوق کے سامنے فریاد کرنا اور مخلوق کو اپنا احتیاج ظاہر کرنا یہ بے مبری کی علامت ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے۔ مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ ہر تکلیف اور مصیبت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر مبر کرے۔ جزع فزع اور فریاد کرنا یا مخلوق سے اپنی تکلیف کے ازالہ کیلئے درخواست کرنا مناسب نہیں بلکہ مبر تحمل کیساتھ اس کو برداشت کرے اور مخلوق کے سامنے استغناء اور بے احتیاجی کا مظاہرہ نہ کرے اور اپنی مصیبت اور تکلیف دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کرے اور اس کی غیبی مدد تک مبر تحمل اور حوصلہ مندی سے رہے۔ اور جو آدمی جس کام کیلئے عزم اور حوصلہ مندی کے ساتھ متوجہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی وہ کام اس کیلئے آسان بنا دیتا ہے۔ پس جو آدمی استغناء چاہے اور اپنی حاجت مندی کو چھپا کر لوگوں سے بے احتیاجی ظاہر کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو غنی اور بے احتیاج بنا دے گا۔ اور جو عفت طلب کرے اللہ تعالیٰ اس کو عقیف بنا دے گا۔ اور جو مبر ناک بنا چاہتا ہے اور تکلف کے ساتھ اپنے نفس کو مبر پر آمادہ کرتا رہتا ہے، تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو مبر کی توفیق دے گا اور اس میں مبر کا ملکہ پیدا فرما دے گا۔ وہ صابر بن جائے گا۔ اور پھر مبر کا کوئی موقع اسکے ہاتھ سے نہیں جائے گا، مگر وہ اس میں مبر پر ہی ثابت قدم رہے گا اور اس طرح وہ اب اللہ مع الصابرين اور بشار الصابرين اور انما یوفی الصابرون اجرهم بغير حساب (الایات) کی خوشخبریوں کا مستحق قرار پاوے گا۔

مبر کی تین قسمیں: مبر تین چیزوں میں ہے: (۱) صبر عن المعصیۃ - یعنی گناہ سے اپنے آپ کو روکنا اور گناہ سے مبر کرنا۔ شیطان انسان کو قسم قسم کے گناہوں، سود خوری، حرام خوری، چوری کرنا، قتل و غارت، زنا، ڈاکہ اور دیگر فواحش و منکرات کو مزین کر کے دکھلاتا ہے اور ان گناہوں کی طرف اس کو ترغیب دیتا ہے۔ اور نفس انسانی جو کہ انسان کا دشمن ہے، وہ بھی ان منکرات اور فواحش کی طرف میلان کرتا ہے، پس خدا ناشناس اور غافل لوگ ان منکرات اور فواحش کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں اور قسم قسم کے گناہ کر گزرتے ہیں اور ان کو احساس تک نہیں ہوتا، لیکن اللہ تعالیٰ کے نیک بندے شیطان کی اس تزئین اور پھر اس مزین گناہ کی طرف بلانے کو بھی محسوس کرتے ہیں اور پھر نفس کا ان گناہوں کی طرف میلان اور ہزار حیلہ سازی کے ساتھ نفس کا اپنے اس میلان اور خواہش کو ان کے سامنے پیش کرنا جانتے ہیں مگر یہ چوک جاتے ہیں، نفس اور شیطان کے دھوکے میں نہیں آتے۔ اور شیطان کے چال اپنے اوپر چلنے نہیں دیتے، اور نفس پر قابو پا لیتے ہیں اور اس کو ناجائز مطالبات اور خواہشات سے روک لیتے ہیں اور یہی مبر کا بہت ہی کٹھن مرحلہ ہے، لیکن جہاد مع النفس میں ثابت قدمی دکھانے سے تھوڑی مدت میں یہ گمائی طے ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے نفس قابو میں آ جاتا ہے اور وہ صابر بن کر گناہوں سے بچتا رہتا ہے۔

والنفس کا الطفل ان تامله شب علی حب الرضاع وان تقطعه ينقطع ترجمہ: یعنی انسان کا نفس شیر خوار بچہ کی طرح ہے، اگر ماں اس کو اسی طرح کھلا چھوڑ دے تو وہ جوان ہو کر بھی ماں کے دودھ پینے کی محبت اس کے دل میں ہوگی۔ لیکن اگر اس کی ماں اس کو دودھ سے (تکلف) چھڑا دے تو وہ چھوڑ جائے گا۔ اور ماں کے دودھ پینے کا مطالبہ نہ کرے گا۔ پس نفس کا بھی یہی حال ہے کہ اگر اس کے ساتھ جہاد کیا جاوے اور اس کے حج حج کر دینے پر بھی اس کی ناجائز خواہش پوری نہ کی جائے اور اس کے بار بار مطالبہ پر اس کے ساتھ یہی روش اختیار کی جائے تو بالآخر یہ صابر ہوگا اور خواہشات کے مطالبہ کا سلسلہ ختم کر دے گا۔ اور ایسے لوگ نفس کو خواہشات سے منع کرنے والے ہیں۔

اور ایسے لوگوں کے لئے ارشادِ باری ہے: **وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ فَبِإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ (والنازعات) ترجمہ:** اور جو آدمی اپنے رب کے سامنے پیش ہو جانے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات سے منع کر لیا ہو پس جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔

(۲) **صبر علی الطاعة:** دوسرا طاعت و عبادت پر صبر کرنا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے ان کو صحیح طور پر بجالانا اور مامورات کی بجا آوری میں جو مشقت اٹھانی پڑتی ہے اس کو صبر کے ساتھ برداشت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنا اس کو صبر علی الطاعت کہا جاتا ہے۔ جاڑے اور سردی کے موسم میں رات کے وقت یا صبح سویرے اٹھ کر وضو کرنا اور نماز کے لئے مسجد میں جانا یا سخت گرمی اور دھوپ میں نماز کو جانا اپنے مال کا کچھ حصہ زکوٰۃ میں دینا، جہاد کرنا، روزہ رکھنا، رمضان کے مہینہ کو تو بالخصوص صبر کا مہینہ کہا جاتا ہے۔ نیز فریضہ حج کی ادائیگی میں بے تحاشا تکالیف اور مشقتیں برداشت کرنا، یہ تمام چیزیں صبر علی الطاعة ہے۔

(۳) **صبر علی المصیبة:** تیسرا مصیبت اور تکلیف پر صبر کرنا۔ انسان کو جو بھی مصیبت پہنچ جائے مثلاً بیمار ہو جائے اور جسمانی تکلیف ہو جائے یا کاروبار میں خسارہ ہو جائے: باغ اور فصل ہلاک ہو جائے یا کوئی عزیز اور قریب مر جائے۔ الغرض ہر وہ چیز جو انسان کو برا لگتا ہے اور اس سے انسان کو اذیت تکلیف ہوتی ہو اسے مصیبت کہا جاتا ہے، ہر تکلیف کے وقت مسلمان پر لازم ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سبھ اور اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ پر راضی ہو جائے اور اس تکلیف و مصیبت پر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھے اور زبان سے **اللہ وانا الیہ راجعون** کہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے گھر میں اگر چراغ بجھ جاتے تو بھی آپ انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ بھی مصیبت ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جس سے مؤمن کو تکلیف اور اذیت پہنچتی ہو وہ مصیبت ہے۔ پس اس پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا چاہیے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صبر ایک جامع لفظ ہے اور یہ بہت ہی وسیع مفہوم رکھتا ہے اور اس نے پورے دین کو اپنے اندر سمو لیا ہے۔ چنانچہ ایک آیت کریمہ میں اہل جنت پر فرشتوں کا سلام کہنا اس طرح ارشاد فرمایا گیا ہے۔
والمملکۃ یدخلون علیہم من کل باب ۵ سلم علیکم بما صبرتم فنعیم عقبی الدار ۵ ترجمہ: اور فرشتے انکے پاس ہر (سمت کے) دروازے سے آتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ تم (ہر آفت اور خطرے سے) صحیح سلامت رہو گے اس بناء پر کہ تم (دین حق پر) مضبوط رہے تھے۔ سو اس جہان میں تمہارا انجام بہت اچھا ہے۔ (بیان القرآن) اس آیت کریمہ میں پورے دین حق پر مضبوط رہنے اور استقامت اختیار کرنے کو صبر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اسی صبر و استقامت کے صلے میں انہیں جنت میں ہر خطرے سے محفوظ اور صحیح سلامت رہنے کی خوشخبری سنائی جائیگی۔

و من یتسعر بغنہ اللہ: اور جو استغناء کرے اللہ تعالیٰ اس کو غنی کر دیگا۔ یعنی جو آدمی مجبور اور محتاج ہونے کے باوجود اپنے آپ کو غنی اور بے احتیاج ظاہر کرے۔ اور اپنی مجبوری اور حاجتمندی کو مخلوق سے چھپائے لوگوں سے سوا کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی غنی مدد پر بھروسہ رکھے تو اللہ تعالیٰ تو اس کو غنی اور بے احتیاج بنا دیگا۔ اس کو غنی بنانے کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرما دیگا اور اس کی ضرورت کی چیز اس کو مہیا کر دے گا اور اس کو مخلوق کا محتاج نہیں چھوڑے گا۔

تو غمری دل: اور دوسرا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی کر دیگا۔ اور یہی حقیقی غنا اور مالداری ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ لیس الغنی عن کثرة العرض انما الغنی غنی النفس الحدیث۔ یعنی غنا اور مالداری۔ مال و متاع کی کثرت سے نہیں حقیقت میں غنا، نفس اور دل کا غنا ہے۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ تو غمری بدل است نہ بہ مال۔ و بزرگی بہ عقلست نہ بہ مال

جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے غنی بنایا ہوا کئی عجیب سی دنیا ہوتی ہے۔ ان کے پاس مال و دولت نہیں ہوتی لیکن ان کی ہر ضرورت پوری ہو جاتی ہے کسی بھی حاجت اور ضرورت میں وہ پریشان نہیں ہوتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے دریا دل بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ہاتھ میں پیسے نکلے نام کو نہیں ہوتے، لیکن اس کے باوجود وہ دوسرے محتاجوں بیکسوں اور بیواؤں کی خبر گیری بھی کرتے ہیں اور سخاوت، ضیافت و مہمان نوازی کا دنیا میں سکھائے بیٹے ہیں۔

ہفت اقلیم ارکبیر و بادشاہ
بہیمان در بند اقلیمے دگر
نیم نامے گر خور و مرد خدا
بذل دو ویشاں کند میے دگر

و من یتسعر بعفہ اللہ:

یعنی جو شخص حرام سے بچتا ہو اور مخلوق سے سوال کرنے سے اپنے آپ کو پاک رکھنا چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو

ان چیزوں سے پاک و صاف کر دے گا اور منوعات سے اس کو حفاظت میں رکھے گا۔ یعنی جو آدمی تھوڑا سا رزق اپنے لئے کافی سمجھے اور دوسروں کے حقوق پر ہاتھ ڈال کر حرام خوری سے بھی باز رہے اور مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلا کر سوال کرنے سے بھی گریز کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو قناعت کی دولت سے مالا مال کر دے گا۔ جو کہ ایک بے پایاں خزانہ ہے اور اس قناعت ہی سے انسان کا دل غنی اور آنکھیں سیر ہو جاتی ہیں۔

ایں دو چشم تک دنیا دار را یا قناعت پر کند یا خاک گور

ومن يتصبر يصبره الله :

یعنی جو آدمی بڑی کوششوں کے ساتھ اپنے نفس کو صبر پر آمادہ کرتا ہو اور اس کو مشقتوں کے برداشت کرنے کا عادی بنا دیتا ہو۔ نیز محتاجی کی حالت میں لوگوں سے سوال کرنے اور لوگوں کے پاس جو مال و نعمت ہو اس کی طرف اشرف نفس سے اپنے آپ کو منع کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ سے صبر کی توفیق چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو صابر بنا دے گا اور اس کے نفس کو صبر دے گا اور پھر اس کے لئے فقر و فاقہ اور مشقتیں برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں کسی قسم کا احساس کمتری اور شکوہ شکایت نہیں آتی اور اس کی تفصیل ابھی گزر گئی۔

باب ماجاء فی ذی الوجھین

دو رخ والا آدمی (یعنی منافق) کا بیان

○ حدثنا هناد اخبرنا ابو معاوية عن الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: إن من شر الناس عند الله يوم القيمة ذالوجھين وفى الباب عن عمار وأمس هذا حديث حسن صحيح۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ بدترین دو رخ آدمی ہوگا۔ اس باب میں حضرت عمار اور حضرت انسؓ عنہما سے بھی روایتیں ہوئی ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

توضیح و تشریح:

یہ حدیث بخاری میں ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے تجدد من أشر الناس يوم القيمة عند الله ذالوجھين الذی یأتی ھو لا بوجه وھو لا بوجه

یعنی تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین دو رخ آدمی ہوگا جس کے دو رخوں کے فرق کے پاس ایک

زُخ کے ساتھ آتا ہے۔ اور ان (دوسرے فریق) کے پاس دوسرے زُخ کے ساتھ۔

دو زُخا پن کیا ہے؟

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ دو زُخ والے آدمی اس لئے مخلوق خدا میں سے بدترین ٹھہرا کہ اس کی حالت منافق کی طرح ہے۔ یہ جموٹ اور باطل کلام بنا کر ہر فریق کے سامنے چالوسی کرتا ہے۔ اور لوگوں کے درمیان فساد پھیلاتا ہے۔ اور امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دو جھمن وہ ہوتا ہے جو کہ ہر فریق کے پاس جا کر ایسے لب و لہجہ میں بات کرتا ہے جسے وہ پسند کرتا ہے۔ اس فریق کے ساتھ اس کی مرضی کی بات کرتا ہے۔ اور اپنے مخالف کی دشمنی پر اس کی تحسین کرتا ہے اور اس پر اس کے ساتھ اپنی حمایت کا یقین دلاتا ہے۔ اور جب دوسرے فریق کے پاس جاتا ہے تو ان کے ساتھ ان کی مرضی کے مطابق بات کرتا ہے اور پھر اپنے آپ کو ان کا حمایتی اور پہلے فریق کا دشمن اور مخالف باور کرا دیتا ہے اسی طرح وہ ہر فریق کے سامنے اس کی تحسین و تعریف کرتا ہے جب وہ نظروں سے پنہاں ہوتا ہے تو یہ اس کی عیب جوئی اور برائی کرتا ہے پس اس کا یہ کام منافقت ہے اور اس کا کلام سراسر باطل اور جموٹ ہے اور فریقین کو دھوکہ دے کر ان کے پوشیدہ رازوں کو معلوم کرنے کیلئے جعل سازی بھی کر رہا ہے جو کہ خیانت بھی ہے۔ اور کئی قسم کے فسادات کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے یہ نہایت ہی قبیح عمل ہے۔ اس وجہ سے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین آدمی ہوگا کیونکہ یہ شُرقتہ اور فساد برپا کرنے کیلئے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔

اور اگر اس کام یعنی ہر ایک فریق کی بات دوسرے کو پہنچانے سے اس کا ارادہ فریقین کے درمیان مصالحت کا ہو تو پھر یہ عمل بہتر اور محمود ہے۔ دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں یہ ہر فریق کو اس کے قول و عمل کی تحسین و تعریف کرتا ہے اور جب دوسرے کے سامنے جاتا ہے تو پھر فریق اول کے قول و عمل کی مذمت کرتا ہے اور اس طرح ہر فریق کی دوسرے فریق کے سامنے برائی بیان کرتا ہے تو یہ عمل شرعاً مذموم اور قبیح ہے۔ اور دوسری صورت میں جب یہ جس فریق کے پاس آتا ہے تو ان کے سامنے وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں دوسرے فریق کے لئے خیر و صلاح موجود ہو اور ہر فریق کو دوسرے کی طرف سے خیر اور نیکی کی بات پہنچاتا ہے اور بری بات کو ممکن حد تک چھپاتا ہے تا کہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے نیک جذبات ابھر آئیں اور کدورتیں ختم ہو کر وہ آپس میں مصالحت کریں۔ یہ ایک بہترین اور شرعاً مطلوب عمل ہے: یہاں تک شریعت مقدسہ میں اس مقصد کے حصول کے جموٹ بولنا جائز قرار دے دیا گیا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے دلوں کو آپس میں جوڑنا اسلام کے اہم اور بنیادی مقاصد میں سے ہے۔

خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے